رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۰۱

شرح چندہ
سالانہ .... عہ
ششماہی ۳
سہ ماہی ۲

شرح چندہ
سالانہ .... عہ
ششماہی ۳
سہ ماہی ۲

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

اڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۱	۲۷ آذر ۱۳۵۵ف	۲۵ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ	یکم دسمبر ۴۵ء شنبہ	نمبر ۳۳

انتخابات اور ہندوستان کا سیاسی تعطل

ایم۔ این۔ رائے کی تقریر

دس سال کے طویل عرصہ کے بعد اب عام انتخابات عمل میں آرہے ہیں۔ یہ زمانہ بہت پرآشوب تھا۔ گزشتہ پانچ سال کے واقعات نے دنیا کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ ان واقعات کے رد عمل سے ہندوستان محفوظ نہیں رہ سکتا۔ آنے والے انتخابات سے ظاہر ہو جائے گا کہ کس حد تک ہمارا ملک ان واقعات سے متاثر ہوا ہے۔

آنے والے انتخابات کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ انتخابات دیگر ممالک کے ان انتخابات سے مماثلت نہیں رکھتے جو وقتاً فوقتاً معینہ مدت کے اندر ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے ممالک میں انتخابات اس لئے عمل میں لائے جاتے ہیں تاکہ اس امر کا یقین ہو جائے کہ ملک کی کونسی جماعت آئندہ سالوں میں برسر اقتدار رہے اور حکومت چلائے۔ ہندوستان میں جو انتخابات ہو رہے ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے کہ انتخابات کے نتائج ظاہر ہونے کے بعد ایک مملکت کی بجائے دو دوسری مملکت کے قیام کا عمل شروع ہو جائے گا۔ ان انتخابات کی مرکزی تنقیح ملک کا آئندہ دستور ہے۔

اس تنقیح پر ملک میں کئی سال سے ایک ہنگامہ برپا ہے۔ اس تنقیح پر گزشتہ پانچ چھ سال سے سیاسی تعطل پیدا ہو گیا ہے۔ کیا ان انتخابات سے یہ سیاسی تعطل دور ہو جائے گا؟ کیا ان انتخابات کے نتیجہ کے طور پر آئندہ دستور کی تنقیح حل ہو جائے گی؟ یہ سوالات ہیں جو اس ضمن میں پیدا ہوتے ہیں ان سوال پر غور کرنا ضروری ہے۔

سب سے پہلے مرکزی اسمبلی کے انتخابات ہوں گے۔ مرکزی اسمبلی کے انتخابات زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ جیسا کہ وائسرائے نے لندن سے واپس آنے کے بعد اعلان کیا ہے جدید مرکزی اسمبلی کو ملک کا آئندہ دستور بنانے میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔ مرکزی اسمبلی کی اس وجہ سے بھی زیادہ اہمیت نہیں کہ مرکزی اسمبلی کے امیدواروں کے انتخابات میں صرف (۱۰) فی صد آبادی کو حق رائے دہی حاصل ہے اور باقی (۹۰) فی صد آبادی اس حق سے محروم ہے۔

صوبہ واری مجالس مقننہ کے انتخابات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ انتخابات کے بعد صوبہ واری مجالس مقننہ کی مختلف سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کو یہ مشورہ کرنے کے لئے طلب کیا جائے گا کہ ملک کے آئندہ دستور کی تشکیل کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں صوبہ واری مجالس مقننہ سے مجلس دستور ساز کا کام لیا جائے گا تجویز یہ ہے کہ جدید صوبہ واری مجالس مقننہ کی مختلف جماعتوں کے لیڈروں میں سمجھوتہ ہو جائے تو صوبہ واری مجالس مقننہ کے نمائندوں کا ایک مشترکہ جلسہ منعقد کیا جائے وہ ان کا مشترکہ اجلاس مجلس دستور ساز کا کام انجام دے۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو مجلس مقننہ کے رکن منتخب ہوں گے۔ جمہوریت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق کسی ملک کی دستور سازی کا حق ایک ایسی اسمبلی کو حاصل ہوتا ہے جو ملک کی ساری بالغ آبادی کے ووٹ سے منتخب کی گئی ہو۔ مگر ہندوستان میں اس اصول کی پابندی نہیں ہو رہی ہے۔ ملک کی ساری آبادی کی رائے حاصل کئے بغیر ایک جماعت کو دستور سازی کا حق دینا جمہوری نصب العین کے منافی ہے۔ اس لئے جدید صوبہ واری مجالس مقننہ کے ارکان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اس بات پر اصرار کریں کہ ملک کی ساری بالغ آبادی کو حق رائے دہی عطا کیا جائے اور کوئی دستور تشکیل نہ دیا جائے جب تک ملک کی ساری آبادی کی رائے معلوم نہ کر لی جائے ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی نے حق رائے دہی بالغان کی مہم شروع کی تھی جو ہنوز کامیاب نہیں ہوئی۔ ہماری پارٹی کوشش کرے گی کہ ملک کے مستقبل کا تصفیہ کرنے سے پہلے حق رائے دہی بالغان کا مطالبہ پورا ہو جائے۔ ہماری یہ رائے ہے کہ مجالس مقننہ کے انتخابات کے بعد یہ مجالس حق رائے دہی بالغان کا مطالبہ کریں اور اسی اصول پر مجلس دستور ساز کا انتخاب عمل میں لائیں۔

دستور سازی کے سلسلہ میں جو تجویز پیش کی گئی ہے وہ اصولاً درست نہیں ہے یہ بات فراموش کر دی گئی ہے کہ پارلیمنٹ [illegible]

بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ (۱۰)

ہفتہ وار
مملکت

۲۷ دے ۱۳۵۵ ف

دارالسلام کا حالیہ اجتماع

مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ جلسہ کے موقع پر اپنے خطبہ استقبالیہ میں نواب دوست محمد خاں نے مسلمانوں کی معاشی پستی پر اظہار خیال کرتے ہوئے بجا طور پر ارشاد فرمایا کہ ہماری قوم کا نصف بلکہ اکثر معاشی پستی میں مبتلا ہے۔ اور مسلمان صرف ملازمت یا بیکاری کو اپنا وطیرہ حیات بنائے ہوئے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ حالت شہری مسلمانوں کی ہے مگر دیہی مسلمانوں کی معاشی ابتری ناگفتہ بہ ہے مسلمانوں کی عام معاشی پستی کی وجہ یہ ہے کہ ذرائع معیشت ان کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ چنانچہ نواب دوست محمد خاں نے بھی معاشی پستی کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے ایک وجہ یہ بتائی ہے کہ "برادران وطن زیادہ تر زمینات اور اقتصادی ذرائع پر قابض ہیں مسلمان کا اثاثہ اس کی محنت ہے اور وہ محض مزدور کے حیدرآباد میں اپنی معیشت کے ذرائع تلاش کرتا پھرتا ہے۔ تجارت صنعت و حرفت، زراعت اور بنک کاری غرضکہ جملہ منفعت بخش پیشے برادران وطن کے قبضہ میں ہیں"۔ یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے مسلم قائدین سیاسی نعرے لگانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں مگر مسلمانوں کے ان بنیادی مسائل کو حل کرنے کے لئے انہیں فرصت نہیں ملتی۔ مسلم لیڈروں کی اس روش کے اسباب وعلل پر ہم اس وقت بحث کرنا نہیں چاہتے۔

نواب دوست محمد خاں نے مسلمانوں کے معاشی مسائل کے حل کے لئے چند تجاویز پیش کی ہیں۔ ایک تجویز یہ ہے کہ حکومت سے یہ خواہش کی جائے کہ مسلمانوں کی تعلیمی اور معاشی پستی کے ارتفاع کے لئے کچھ سرمایہ اس طرح فراہم کرے جس طرح پست اقوام کی فلاح و بہبود کے لئے بڑی بڑی رقمیں محفوظ کی جاچکی ہیں ہم نے بارہا حکومت کو اس جانب توجہ دلائی ہے کہ دیہی مسلمانوں کی پسماندگی اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ ان کی حالت پست اقوام کے مماثل ہے۔ جس طرح پست اقوام مراعات کے مستحق ہیں اسی طرح دیہی مسلمان بھی یہ سلسلہ نہ صرف حکومت بلکہ متمول مسلم افراد کی توجہ کا مستحق ہے مگر افسوس ہے کہ اس پر وہ توجہ نہیں کی جارہی ہے جس کا یہ مستحق ہے۔ خارجاً یہ سوچا ہوا ہے کہ جب تک دیہی مسلمانوں کے مسائل حل نہ ہوں گے مسلمان بہ حیثیت مجموعی ترقی نہ کرسکیں گے۔

اسی ضمن میں ایک اور تجویز نواب دوست محمد خاں نے پیش کی ہے کہ "مسلم معاشبداروں کا وہ معاشیں جو بوجہ لاوارثی شریک خالصہ ہوچکی ہیں جن کی سالانہ آمدنی ساٹھ ستر لاکھ سے کم نہ ہوگی بعد وضع اخراجات قوم پر صرف کرنے کے لئے حکومت سے مطالبہ کیا جائے۔ جب مذہبی معاشیں اصول تبنیت کی وجہ سے حسب حال برقرار ہیں تو مسلم معاشوں سے بھی مستفید ہونے کا حق صرف مسلمانوں کو حاصل ہوسکتا ہے"۔ اس تجویز کو سب سے پہلے مسلم کلچرل سوسائٹی نے ایک یادداشت کی صورت میں حکومت کے آگے پیش کیا تھا ہمیں لے شاہت ہے کہ کارروائی بنتے بنتے بگڑ گئی۔ اگر ہمارے مسلم کارکن بیکل شور و شغب کو چھوڑ کر صرف اس مسئلہ کو حل کرلیتے اور اپنا پورا زور اس پر صرف کردیتے تو نادار مسلمانوں کی ایک بڑی خدمت کرتے مگر انہیں یہ توفیق نہیں ہوئی

نواب دوست محمد خاں نے مجلس اتحاد المسلمین کے ارباب مقتدرہ کو توجہ دلائی ہے کہ مسلمانوں کو معاشی اعتبار سے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل بنانے کے لئے ایک پنج سالہ پروگرام مرتب کریں نواب صاحب کی یہ تجویز بہت مفید ہے مگر ہمیں شک ہے کہ مجلس کا موجودہ پارٹی کمانڈ ایسا کوئی پروگرام بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ موجودہ لیڈروں کو زیادہ تر فکر یہ ہے حکومت کی کرسیوں پر متمکن ہونے کی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے پروگرام کی ترتیب کے لئے مجلس کے باہر نظر ڈالی جائے۔ ہم ایسے متعدد نام پیش کرسکتے ہیں جو اس کام کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں

نواب صاحب نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں سماجی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے اصلاح رسوم کو نوجوانوں میں منشیات کے مضر اثرات وغیرہ کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے جس پر تفصیلی بحث کے لئے ایک علحدہ مقالہ درکار ہوگا۔ ہر قوم کی ترقی اس کے نوجوانوں پر منحصر ہوتی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کی حالت یہ ہے کہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد یا تو کسی عہدے کی تلاش میں رہتے ہیں یا کسی مالدار گھرانے میں شادی کی کوشش کرتے ہیں۔ جب نوجوانوں میں یہ رجحانات ہوں اور جھوٹی شان اور نمائشی زندگی عزت و وقار کا معیار ہو تو قوم کا مستقبل کس طرح درخشاں ہوسکتا ہے۔ مسلمان ذرائع معیشت پر قبضہ نہیں رکھتے مگر ان کا معیار زندگی ان لوگوں سے بڑھا ہوا ہے جو ذرائع معیشت پر قابض ہیں۔ مگر ہمارے مسلم قائدین معاشرتی اصلاح کی طرف اس لئے توجہ نہیں کرتے کہ وہ عوام کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ عوام میں جو توہمات اور فرسودہ رسوم صدیوں سے رائج ہیں ان کو مٹانا اور تعلیم یافتہ طبقہ کو نمائشی زندگی سے باز رکھنے کی کوشش کرنا جہاد سے کم نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس مقصد کے لئے ایک مستقل مہم شروع کی جائے۔ کیا مسلم قائدین اس کے لئے آمادہ ہیں؟ اگر وہ یہ نہ کرسکیں تو مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں کرسکتے۔

مسلم کارکنوں کو نواب دوست محمد خاں نے یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ وہ ملکی زبانوں سے بھی واقف ہوں تاکہ انہیں معلوم ہوسکے کہ اغیار کے عزائم اور ان کے منصوبے کس سمت جارہے ہیں اور ان کا سدباب کیا ہے۔

مولوی ابوالحسن سید علی صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں خارجی اور داخلی

سابق کی نسبت جو کچھ فرمایا اس میں کوئی نئی بات نہیں۔ اس میں وہی باتیں دہرائی گئی ہیں جو مجلس کے پلیٹ فارم یا دوسرے پلیٹ فارموں سے بارہا دہرائی جا چکی ہیں۔ ہندوستان کی مجوزہ "یونین" اور حیدرآباد کے دستوری اصلاحات کے متعلق مولوی صاحب نے ایسے متضاد خیالات کا اظہار کیا ہے جن سے کوئی رہنمائی نہیں ہوتی۔

خطبۂ صدارت کے آخری حصہ میں مولوی صاحب نے اس ناگوار حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے کہ مجلس کا تعمیری لائحہ عمل کس طرح ناکام رہا۔ اس کی وجہ آپ یہ بتاتے ہیں کہ مجلس کی شاخوں کے کارکن مجلس کے دستور کی جانب توجہ نہیں کرتے اس لئے ان میں نزاعات اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور تعمیری کام نہیں ہو سکتا۔ مگر واقف کار لوگ جانتے ہیں کہ مجلس کی شاخوں اور خود مرکز میں بجز چند افراد کے زیادہ تر ایسے لوگ شریک ہیں جن کا مطمح نظر مسلمانوں کی خدمت گزاری نہیں ہے بلکہ اثر و نفوذ پیدا کر کے اپنے اغراض کی تکمیل کرنا ہے ہمیں بعض اضلاع و تعلقات سے یہ اطلاعیں بھی ملی ہیں کہ کارکنان مجلس میں ایسے افراد شریک ہیں جو سربرآوردہ اور ذی اثر کہلائے جانے کے متمنی ہیں اور جو اپنے ذاتی اغراض کیلئے مقامی عہدہ داروں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب یہ صورت حال ہے تو مولوی صاحب کا یہ فرمانا کس حد تک درست ہو سکتا ہے کہ مجلس کے تعمیری لائحہ عمل کی ناکامی کے اسباب میں سب سے بڑا سبب یہی دستور کی جانب سے بے توجہی ہے۔ مقامی مجلس کی جانب سے تعمیری لائحہ عمل روبکار لانے کی مسلسل ہدایات مجالس شریعت کی بے عملی کا شکار بن جاتی ہیں۔ اس بے حسی بے عملی، خود غرضی،

انتشار اور سیاسی شعور کے فقدان کے باوجود مولوی صاحب یہ مطالبہ پیش کرتے ہیں کہ "ملک میں سیاسی بیداری اور احساس ذمہ داری اس درجہ ترقی پا چکا ہے کہ چکا کارکنان میں اکثریت با یہ حکومت جلسہ" سوا انتخابات تقاضائے زمانہ کے مطابق ہوگا جس میں یہ بات ترجیح نہیں ہوگی کہ مجلس کا اپنی کامیابی کا قیاس عوام کی طرف سے اگر زیادہ اکثریت کا گر سیل ہے ممکن ہونے کا اندیشہ ہے جب تک دین کی طرح نظام اور کی خدمتگذاری ہی بلکہ نتائج ظہور کی تعمیری لائحہ عمل کیا ہو سکتا ہے اور نہ عوام کے مسائل حل ہو سکتے ہیں کیونکہ قائدین کا سارا وقت اور ساری توجہ حصول وزارت کے لئے وقف ہو جاتی ہے مگر ہر مرحلے پر عوام ہی کا نام لیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ عوام میں سیاسی شعور کا فقدان ہے۔ جس روز عوام میں سیاسی شعور پیدا ہوگا اس روز وہ اپنے قائدین کا محاسبہ کریں گے۔

مجلس شوریٰ کو مخاطب کرتے ہوئے مولوی ابوالحسن سید علی صاحب نے "حادثۂ دارالسلام" کا تذکرہ فرمایا اور حاضرین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ حکومت نے جلسۂ عام کی قرارداد کو قبول کر کے بعض عہدہ داروں کو علحدہ کر دیا۔ اس سے زیادہ غلط بیانی کیا ہو سکتی ہے۔ مولوی صاحب نے واقعات کو جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے وہ ایک سیاسی شعبدہ بازی ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ حالات نے مولوی صاحب کو مجبور کر دیا تھا کہ عدم تعاون کی پالیسی ترک کر کے حکومت سے مصالحت کر لیں اور یہ مصالحت کس طرح ہوئی وہ داستان اب راز نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے سامعین میں اپنی قوت کا ایک غلط احساس پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ایسی بلند آہنگیوں سے تھوڑی دیر کے لئے سامعین مسحور ہو سکتے ہیں اور فلک شگاف نعرے بلند ہو سکتے ہیں۔ مگر قوم کے لئے ایسا غلط احساس برتری اور حقائق سے ایسی چشم پوشی کبھی مفید نہیں ہو سکتی۔ مولوی صاحب نے حکومت سے جس طرح مصالحت کی ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اگر مولوی صاحب اپنی تقریر پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں تو انہیں محسوس ہوگا کہ انہوں نے اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے پروپگنڈے کا وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو شملہ کانفرنس کے بعد سے کانگریسی لیڈروں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ہمیں توقع نہ تھی کہ مولوی صاحب پروپگنڈے کی ایسی پست سطح پر اتر آئیں گے۔

مولوی صاحب نے ایک اور غلط بیانی کی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے "دو قرارداد" نے حکومت کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ حکومت نے مولوی صاحب سے عدم تعاون اٹھا لینے کی درخواست کی جس عدم تعاون کی وجہ سے حکومت کے تمام اصلاحی ادارے معطل ہو چکے تھے۔ اس غلط بیانی پر بجز اس کے کہ واقف کار اصحاب کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ جائے کوئی تنقید نہیں کی جا سکتی۔

مولوی صاحب نے حکومت برطانیہ سے چند مطالبے کئے۔ لیکن کیا مولوی صاحب نے یہ بھی سوچا کہ ان مطالبات کو منوانے کے لئے ان کے پاس کونسی قوت ہے کیا مولوی صاحب نہیں جانتے کہ ملک کے ہندو اور اپنی ناعاقبت اندیشی اور چند غلط تصورات کے تحت ان مطالبات کی تائید کے لئے فی الوقت آمادہ نہیں ہیں؟ مولوی صاحب کے لئے قوت حاصل کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو موجودہ ہندو لیڈرشپ سے کوئی عملی اور باعزت سمجھوتہ کیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہندو عوام سے راست ربط پیدا کیا جائے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ پیش کردہ مطالبات ملک کے متفقہ مطالبات ہیں کافی نہیں۔ ان مطالبات کو متفقہ بنانے اور ان کے اندر قوت پیدا کرنے کے لئے مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو ذرائع عامہ کی تنظیم و تربیت کی مہم شروع کرنی ہوگی۔ اس کام کے لئے جیسا کہ نواب دوست محمد خاں نے فرمایا مجلس کو ایسے کارکنوں کی ضرورت ہوگی جو مقامی زبانوں پر حاوی ہوں۔ اگر مولوی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ دارالسلام کی چند تقاریر ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کافی ہیں تو یہ ایک زبردست دھوکہ ہے خدا کرے کہ اہل حیدرآباد اس دھوکہ سے بچے رہیں۔

لندن میں جشن استرداد سکندرآباد

لندن ۲۰ نومبر۔ ڈیڑھ سو سال تک برطانوی تصرف کے تحت رہنے کے بعد سکندرآباد کے اقتدار کو سرکار عالی پر منتقل کرنے کی تقریب میں نمائندہ ریاست حیدرآباد نے دوشنبہ کے روز لندن میں "ہوٹل" میں ممتاز برطانوی اصحاب کو ایک عشائیہ پر مدعو کیا۔ حکومت سرکار عالی کے صدر اعظم مسٹر ڈبلیو وی گرگسن نے حکومت برطانیہ اور ریاستوں کے گزشتہ ڈیڑھ سو سال کے تعلقات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ جب آپ ہندوستان و برطانیہ کے تعلقات کے مستقبل کا تصور کرتے ہیں اس وقت آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستانی ریاستوں میں برطانیہ کے لئے خلوص و دوستی کا مستحکم احساس موجود ہے۔ لارڈ جو عشائیہ میں شریک تھے یہ کہا کہ ہم سب کا فرض ہے کہ اس ملک اور ہندوستان کے درمیان پیدا شدہ دلی اتحاد اور تعاون کو اس ملک کی کانگریس اور کے انتہا پسندوں کی تباہ کاری سے بچایا جائے؟

ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا کی رجعت پسندی

از

اے، ایس، آر، چاری

ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں۔ آپ کا فتویٰ یہ ہے کہ کمیونسٹوں کے خلاف تشدد سے کام لینا چاہیے اور حکومت کے خلاف عدم تشدد سے۔ یعنی برادران ملک اور آزادی کے سپاہیوں کے خلاف لاٹھیاں استعمال کی جائیں اور ملک کو غلام بنانے والی برطانوی شہنشاہیت کے خلاف صرف زبان اور تجویزوں سے کام لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ کوئی مہذب ہندوستانی اس حرکت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ خود نیشنلسٹ اخباروں مثلاً فری پریس جرنل اور بمبئی کرانیکل نے اس کی مذمت کی۔

لیکن کسی نیشنلسٹ اخبار نے آندھرا کمیونسٹ پارٹی کے سکریٹری ویجیشور راؤ کا جواب شائع نہیں کیا۔ البتہ ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا نے سردار ولبھ بھائی پٹیل سے مشورہ کرنے کے بعد جو صفائی پیش کی ہے وہ بڑی شد و مد کے ساتھ لمبی لمبی سرخیوں کے تحت شائع کی گئی ہے۔

روزانہ اخبارات کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ورکنگ کمیٹی کے ممبروں میں صرف ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا ہی ایک ایسے شخص ہیں جو ہر روز اخبار میں بیان دینے کے بعد اپنی بات کر جاتے ہیں۔ آندھرا سرکار کے متعلق انہوں نے جو جو گل کھلائے ہیں ان سے سب واقف ہیں۔

انہوں نے دیکھا کہ تمام کانگریسی لیڈر اگست ۱۹۴۲ء کے ہنگامے کی ترغیب کر رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ تنہا ایسے لیڈر تھے جنہوں نے اس تحریک سے متعلق پہلے سے ہدایتیں جاری کر دی تھیں فوراً اخبارات کو ایک بیان دے دیا۔ انہوں نے بھواڈا کے ایک جلسے میں اس سرکلر کی ساری ذمہ داری اپنے اوپر لے لی لیکن جب مجمع نے اس پر تالیاں نہیں بجائیں تو انہوں نے کہا کہ یہ سرکلر گاندھی جی کی ہدایت کے مطابق جاری کیا گیا تھا اور ٹیلیفون اور تار کاٹنے کی اجازت گاندھی جی نے دی تھی لیکن ایک ہی ہفتے کے اندر گاندھی جی نے اس کی تردید کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر پٹابھی نے ایک دوسرا بیان اخبارات کو دیا جس میں وہ اپنی پچھلی باتوں سے مکر گئے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ انہوں نے خود جو کچھ کہا تھا اور گاندھی جی کے بیان میں کوئی فرق اور تضاد نہیں ہے۔

انہوں نے کمیونسٹوں کے خلاف تشدد استعمال کرنے کا جو فتویٰ دیا تھا اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ خوش قسمتی سے ان کو سردار ولبھ بھائی پٹیل سا لیڈر نیا ساتھی مل گیا۔ جن کے نزدیک کمیونسٹوں کے خلاف تشدد جائز ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی صفائی میں پونے سے جو بیان دیا، اس میں یہ کہا کہ کانگریس کے نصب العین کے مطابق اگر ضرورت ہو تو ہر ایک کے خلاف تشدد استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عدم تشدد کی پالیسی کانگریس کا اصول نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ڈاکٹر صاحب نے اپنے بیان میں آندھرا کی سیاست کی غلط تصویر پیش کی۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ نیشنلسٹ اخباروں میں ان کا بیان شائع ہو جائے گا اور کمیونسٹوں کا جواب شائع نہیں ہوگا۔ انہوں نے آندھرا میں کمیونسٹ خطرے کا ذکر کیا اور لکھا کہ اب تک ستر بار وہ کمیونسٹ گنڈے پر امن کانگریسیوں پر حملہ کر چکے ہیں۔ اور بیچارے کانگریسی پریشان تھے کہ اپنی حفاظت کے لئے وہ بھی تشدد کا جواب تشدد سے دیں یا نہیں۔ آخر ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا جیل سے رہا ہو کر آئے تو انہوں نے کانگریسیوں کی جان بچا لی۔ ڈاکٹر صاحب اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ "میں نے صرف یہ مشورہ دیا ہے کہ کانگریس والے اپنی حفاظت کے لئے لاٹھیاں لے کر نکل سکتے ہیں"۔

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کے بعد آندھرا میں جو غنڈہ پن کانگریس کے نام پر کیا جا رہا ہے وہ انتہائی شرمناک ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ بے قصور کانگریسیوں کے خلاف کمیونسٹوں کا تشدد دیکھ کر وہ کمیونسٹوں کے مخالف ہو گئے ہیں وہ ہمیشہ سے کمیونسٹوں کے دشمن ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں جب آندھرا کے کمیونسٹ لیڈر سندریا کانگریس کمیٹی کی ممبری کے لئے الکشن میں کھڑے ہوئے تو ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا نے ان کا نام اس لئے خارج کر دیا کہ وہ کمیونسٹ ہیں۔ اور تشدد پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ کانگریسی نہیں ہو سکتے لیکن جب یہ معاملہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سامنے گیا تو اس نے یہ طے کیا کہ سندریا کو ایک کانگریسی کی حیثیت سے الکشن میں کھڑے ہونے کا پورا حق ہے۔ آندھرا کے کانگریسیوں نے ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا کی مرضی کے خلاف سندریا کو آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کا ممبر چن لیا۔ سوال یہ ہے کہ ۱۹۳۹ء میں ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا کمیونسٹوں کے مخالف کیوں تھے؟ انہیں کمیونسٹوں کی کونسی بات ناپسند تھی؟

۱۹۳۸ء میں آندھرا کے کمیونسٹوں نے کالی پٹنم اور منگالا کے زمینداروں کے مظالم کے خلاف کسانوں کی زبردست تحریک چلائی تھی۔ ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا نے اس تحریک میں زمینداروں کی حمایت کی اور گاندھی جی کو لکھا کہ آندھرا کے سوشلسٹ زمینداروں کی زمین چھینتے ہیں۔ منگالا کے راجہ صاحب ڈاکٹر پٹابھی کے بڑے گہرے دوست ہیں۔

شاید آندھرا کے باہر لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا خود ایک ساہوکار ہیں۔ انہوں نے ایک بیمہ کمپنی کھولی ہے۔ جس کا نام "ہندوستان آئیڈیل انشورنس کمپنی" ہے۔ اس کے بڑے بڑے حصہ دار چلاپلی کے راجہ اور دوسرے ظالم زمیندار ہیں۔ راجہ صاحب اس کے بورڈ کے صدر ہیں۔ ڈاکٹر پٹابھی اس کمپنی کے ڈائرکٹر ہیں اور ان کے داماد منیجر تھے، جن کا بعد میں انتقال ہو گیا۔ اب اس جگہ پر ایک مشہور کانگریسی ہرمیا کام کر رہے ہیں۔ جو ڈاکٹر پٹابھی کے دست راست ہیں۔

زمینداروں، ساہوکاروں اور رجعت پرستوں سے ڈاکٹر پٹابھی کے تعلق کی اور بھی تفصیلات پیش کی جا سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ کمیونسٹوں کے دوست نہیں ہو سکتے ہیں۔ کمیونسٹ مزدوروں کسانوں کو ان کے جمہوری حقوق کے لئے منظم کرتے ہیں۔ پٹابھی زمینداروں کے ساتھ مل کر ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰ پر

ہندی کو سرکاری زبان بنایا جائے گا

مولوی عبدالحق صاحب کا بیان

راج گوپال چاریا صاحب نے اپنی تازہ کی تقریر میں (ہندوستان ٹائمز ۱۰ اکتوبر) فرمایا کہ ہندی تمام ہندوستان کی سرکاری زبان ہو کر رہے گی۔ ہم حیران ہیں کہ راجا صاحب نے کس بنا پر یہ قیاس قائم کیا ہے جب کہ گاندھی جی ہندی ساہتیہ سمیلن سے مستعفی ہو چکے ہیں اور ہندوستانی کو کل ہند زبان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اکھل بھارتیہ ساہتیہ پریشد کے سالانہ جلسے میں جو ناگپور میں ہوا تھا جب گاندھی جی سے یہ دریافت کیا گیا کہ ہندی سے آپ کی کیا مراد ہے تو انھوں نے فرمایا کہ وہ زبان جو کتابوں میں ہے اور بول چال میں ہے۔ اور کتابوں میں نہیں۔ اب ایسی زبانوں کو کل ہند زبان بنانے کی کوشش کرنا اور اردو کو جو بول چال میں بھی اور کتابوں میں بھی اور تقریباً سارے ہندوستان میں بولی یا سمجھی جاتی ہے۔ بھول جانا واقعات اور تاریخ کا خون کرنا ہے۔ اس قسم کی تقریروں اور بیانات سے اس افسوسناک ذہنیت کا پتہ لگتا ہے جو آج کل کے سیاسی حالات اور اختلافات نے پیدا کر دی ہے اور صحیح اور غلط کا امتیاز نہیں رہا ہے اسی قسم کی ایک تقریر مسٹر منشی نے ساہتیہ سمیلن کے خطبے میں زبانی (ہندوستان ٹائمز ۱۵ اکتوبر) جس میں وہ ارشاد کرتے ہیں کہ "صرف ہندی ہی ہندوستان کی قومی زبان ہو سکتی ہے" یہ تینوں صاحب (گاندھی جی، راج گوپال چاری اور مسٹر منشی) ایسے تین خطوں کے رہنے والے ہیں جہاں کی زبان ہندی نہیں۔ لیکن ہندی کی حمایت میں سب سے پیش پیش ہیں اس کا نہ میں زبان کا مسئلہ نہیں بلکہ بہت بڑا سیاسی مقصد پیش نظر جس نے سمجھ اور عقل پر پردہ ڈال دیا۔

پی ای ان کے جلسوں میں مسز سروجنی نائیڈو اور پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی ہندی اردو کے مسئلے پر اپنی تقریروں میں گوہر افشانی کی ہے۔ ان تقریروں میں وہی چند عامیانہ باتیں ہیں جو بار بار دہرائی گئی ہیں۔ جو نہ تاریخی اور لسانی اعتبار سے قابل اعتنا ہیں اور نہ واقعات سے ان کا کچھ تعلق ہے۔ حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ ایسی زبان کو جس کی عمر سوا سو برس سے زیادہ نہیں اور جو ہندوستان کے کسی علاقے میں نہیں بولی جاتی اسے اردو کے مقابلے میں لایا جاتا ہے جو اس ملک میں چھ سو سال سے بولی اور لکھی جاتی ہے۔ اور جسے کل ہند زبان کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔

سنا گیا بہت دنوں سے تھی مگر اب اخبارات میں یہ خبر شائع ہو گئی ہے کہ حکومت ہند کے محکمۂ اطلاعات و نشریات نے جس طرح مرہٹی، تلنگی، اور بنگالی زبانوں کے شعبے علی الترتیب بمبئی، مدراس اور کلکتے منتقل کرنے کا فیصلہ کیا اسی طرح اردو شعبہ کو منتقل کر دیا جائے گا۔ اور مرکز (یعنی دہلی) میں صرف ہندی شعبہ باقی رہے گا گویا اردو بھی مرہٹی، تلنگی اور بنگالی کی طرح ایک صوبائی زبان ہے اور ہندی کو ہندوستان کی مرکزی زبان ہونے کا شرف حاصل ہے!۔

محکمۂ اطلاعات کے سکریٹری مسٹر بازہیا کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ تازہ ولایت انگریز ہیں اور اپنے دوسرے کاروبار سے مشغولی کے باعث خود ولایتی مستند اشخاص اور مستشرقین کے اقوال و تصانیف سے واقف نہ ہو سکے لیکن مسٹر پوتھن جوزف (سابق ایڈیٹر ڈان دہلی، حال پرنسپل انفارمیشن افسر) مسٹر شرما ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن افسر، مسٹر سین ایڈیشنل ڈپٹی افسر تو ہندوستانی اور ہندوستان کے لسانی مسائل سے بخوبی آشنا ہیں۔ پھر یہ عجیب تجویز کیسے منظور کر لی گئی؟ کہیں یہ سب حضرات بھی تو ان ہندوستانیوں میں شریک نہیں جو ایک جدید مصنوعی زبان کو "ہندی" کے نام سے جبراً و قہراً ہندوستانی اور ہندوستان کی قومی زبان بنانے کے در پے ہیں؟

ادھر اردو پر یہ دہری ضرب ہے کہ ایک طرف تو ہندوستان کی اس اہم مشترکہ زبان کو محض صوبائی حیثیت پر لا پٹکنا مقصود ہے اور دوسری طرف اس کی اشاعت محدود و مسدود ہو جائے گی کیوں کہ صدر دفتر سے اطلاعات فراہم کر کے لاہور بھیجی جائیں گی۔ وہاں اردو ترجمہ ہوگا۔ اور پھر وہاں سے ہندوستان بھر کے اردو اخباروں کو ڈاک بھیجی جائے گی گویا محکمۂ اطلاعات عامہ کا مرتبہ مواد اردو اخباروں کے لیے اس قدر باسی ہو جائے گا کہ وہ اس کو استعمال ہی نہ کر پائیں گے۔ برخلاف اس کے ہندی اخبار و رسائل کو تازہ تر خبریں اور مواد پہنچتا رہے تاکہ اردو کی مسابقت میں بہ حیثیت زبان و صحافت اثر بازی لے جانے میں جو ناکامی ہوتی رہتی ہے اس کی اس طرح تلافی ہو جائے اور تازہ بہ تازہ خبروں کے ذریعہ وہ اردو اخباروں کے مقابلے میں زیادہ اشاعت پا سکیں!۔

اس نفرت انگیز تجویز کے یہ نتائج بالکل بدیہی ہیں۔ یہ اردو اور اردو اخبارات کی حفظ و بقا کا سوال ہے اور ہمیں امید ہے کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان کیا لیگی اور کیا کانگریسی سب اس احتجاج میں ہمارے ساتھ شریک رہیں گے۔ اور حکومت ہند کے اس جابرانہ اور نامنصفانہ اقدام کا سدباب کرائے بغیر دم نہ لیں گے۔ پے در پے احتجاج ہی حقیقت واضح کر سکتا ہے کہ حکومت ہند کے اس انوکھے اقدام میں ناواقفیت کو کتنا دخل ہے اور شرارت کو کتنا۔ (ہماری زبان)

سیاسی نمک پارے

از:

کشاف

بلا تنقید:۔

کسی منصوبہ بندی کی ایک کمیٹی کا ایک اجلاس آنریبل پنڈت نہرو کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل ارکان شریک تھے [illegible] اس اجلاس میں حکومت ہند کے [illegible] بھی شریک ہوئے۔ چونکہ پنڈت نہرو نے کہا کہ حکومت ہند نے اسکیموں میں اور [illegible] بنانے کا [illegible] ہے جو منصوبہ بندی کے لئے کام آ سکے (ایک خبر)

مدراس میں انتخابی مہم کا آغاز کرتے ہوئے مسٹر [illegible] نے کہا [illegible] پارٹی نے کہا کہ ہماری جماعت کے بھی [illegible] کی حمایت نہیں کی جیسا کہ کانگریس کر رہی ہے کہ اگر ہم ایک گدھے کو بھی کھڑا کر دیں تو ہمیں اس کو ووٹ دینا چاہیئے ایک گدھے کو اس کی برادری ہی منتخب کر سکتی ہے (ایک خبر)

ع طرز [illegible]

بمبئی میں سردار پٹیل نے مسلم لیگ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے سابقہ اعلان کی توثیق کی کہ مسلم لیگ سے گفت و شنید کے لئے کسی قیمت پر کوشش نہیں کریں گے۔ (ایک خبر)

اس خبر کے ساتھ علی سردار جعفری کے یہ اشعار پڑھنے کے قابل ہیں۔

کسانوں کے پسینے [illegible] مزدور [illegible] والا
[illegible] سرمایہ [illegible] ہو
[illegible] دست [illegible]
[illegible]

ادارہ "پیام" نے یہ ارادہ کیا ہے کہ حیدرآباد میں جدید ادب کی تخلیقی قوت کو زیادہ نمایاں کرنے کے لئے ایک ایسے رسالہ کے صفحات کا [illegible] پیش کیا جائے جہاں ترقی پسند اہل قلم اپنی ادبی کوششوں کے نتائج کو پیش کر سکیں۔ چنانچہ عنقریب ایک سہ ماہی رسالہ "نیا ادب" کے نام سے جاری کیا جانے والا ہے۔ (پیام)

ادبی حلقوں میں اس اشتہار کو پڑھنے کے بعد ہم اہل قلم حضرات کو یہ مشورہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ادبی مضامین میں ترقی پسند رجحانات کا اظہار کریں۔ مگر جب معاشی موضوعات پر قلم اٹھائیں تو سرمایہ داروں کی حمایت کریں ورنہ مضامین قبول نہیں کئے جائیں گے۔

انجمن [illegible] کی کانفرنس کے عنوان کے تحت معاصر "صحیفہ" نے تحریر کیا ہے کہ [illegible] اس امر کا یقین کیا جاتا تھا کہ [illegible] عثمانیہ [illegible] کامیاب [illegible] مگر [illegible] صدر [illegible] کے حامی [illegible] سیاسی [illegible]

اگر یہ رائے لاعلمی پر مبنی نہیں ہے تو اردو کی مخالفت پر مبنی ہے۔ جب ذریعہ تعلیم کی مخالفت میں کامیابی نہیں ہوئی تو مخالفت کی ایک نئی تعلیم شروع کی جا رہی ہے۔ اس کو کہتے ہیں۔ "[illegible]"

ہمارے نوجوان کا رجحان کمیونزم اور سوشلزم کی طرف بڑھتا جا رہا ہے (اوپینین [illegible])

پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ جب ہمارے بعض نوجوانوں کو کسی پارٹی میں جگہ نہیں ملی تو وہ کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہو گئے۔ [illegible] تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے بعض [illegible] سرمایہ [illegible] لئے آڑ [illegible]

مجھے [illegible] عہدہ داروں کی ایک اور جماعت کی طرف بھی اشارہ کرنا ہے جس کو حیدرآبادی سیول سروس کہا جاتا ہے۔ [illegible] کہا کہ اس جماعت میں اچھے افراد کی کمی ہے مگر اس جماعت کی اکثریت میں بعض امور کی کمی پائی جاتی ہے۔ ایک یہ کہ یہ جماعت سارے ملک میں فوقیت کی طالب ہے۔ عہدہ داروں میں جداگانہ برادری رکھتی ہے اور دوسرے جماعت صاحب [illegible] لیکن اس تقلید سے [illegible] صاحب [illegible] ہے اور نہ اس میں مشرقیت پائی ہے۔ ([illegible])

عوام [illegible] سیول [illegible]
[illegible]

آج برٹش انڈیا کی تحریک آزادی کے لئے جو شور ہنگامہ بپا ہے اس کا علاج صرف قومی حکومت کا حصول ہے جو حیدرآباد میں اس ہنگامے کے بغیر بھی حاصل ہے۔ (مولوی ابوالحسن سید علی)

بالکل غلط! جب تک مولوی صاحب اور پنڈت راما چاری اب حکومت کی کرسیوں تک نہ پہنچ جائیں وہ قومی حکومت کیسے کہلائی جا سکتی ہے۔؟

ملک میں سیاسی بیداری اور احساس ذمہ داری اس درجہ ترقی پا چکا ہے کہ پبلک [illegible] حکومت پر چند وزراء کا انتخاب [illegible] کے مطابق ہوگا۔ (مولوی ابوالحسن سید علی)

ع [illegible] بے اختیار [illegible] دیکھنا چاہیے!

مولوی ابوالحسن سید علی صاحب نے [illegible] کیا مطلب ہے؟ [illegible] اور [illegible] کا حق عوام الناس [illegible] زیادہ اور کس کو حاصل ہو سکتا ہے؟

بیان کیا جاتا ہے کہ اتحاد المسلمین کی مجلس شوریٰ میں جب دستور [illegible] کی نسبت [illegible] پیش ہوئیں تو ایک زبردست ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ [illegible] مولوی صاحب [illegible] کی ایک [illegible] میں بیٹھ کر [illegible] واللّٰہ اعلم بالصواب!!

جوہری بم

ارتقا کے مرحلے ہر موڑ پر بڑھتے گئے
اور بہتے خون کے دریا یوں ہی چڑھتے گئے
رنگ کانی آتشِ فولاد میں ڈھلتی رہی
موت کی جھیلی ہوئی آغوش میں پلتی رہی
رہ گیا بے ربط کچی نیند میں خوابِ جنوں
اب بھی اک نادیدہ مستقبل ہے جو بیتاب نمود

گلشنِ ہستی میں آئی رفتہ رفتہ اک بہار
جس کا کرتی تھیں خزاں پرورد نظریں انتظار

مژدۂ امن و سکوں انسانیت فتح مند
بجلیوں نے رخ سے الٹا ہی گہر کی نقاب
چھیڑ کر سینوں کو شعلے ہو گئے من کے داغ
موت نے کچھ گھونٹ ہیں جینے کا راز
آتشیں لاوں فضاؤں میں پڑے توڑے ہوئے
عقل نے پھینکی ہے تخریبی عناصر کی کمند
گر رہے ہیں آسمانوں سے دہکتے آفتاب
آندھیوں کی زد پہ ہے تکمیل ہستی کا چراغ
گر رہے ہیں زہر شبنم کو شعلے سرفراز
آ گئے حور و ملک گلشن کا ہوش کھوئے ہوئے

عقل و حکمت خود غرض سرمایہ داری کی کنیز
دیکھ ان کمندوں میں اپنی خواہشِ تعمیر دیکھ
سامنے تعمیر کے تخریب کا یہ طمطراق
ہو گیا قلبِ جہاں میں اک مسلسل اختلاج
کیا ہوئی تیری بلندی کیا ہوئی تیری تمیز
دیکھ ان شعلوں میں اپنی روح کی تصویر دیکھ
نوعِ انسانی سے اچھا کیا تو نے مذاق!
مرضِ انساں کا اچھا کیا تو نے علاج!

اپنی مخروطی چمک کو ظلمت افشاں کر دیا
تو نے انسانی لہو کو وہ ارزاں کر دیا

محفلِ فتنے سے دنیا کو بچایا جائے گا
عشرتِ پابندیٔ کب تک رہے گا یوں غلام
مرتے کس راز کو کب تک چھپایا جائے گا
ایک آزاد ہو گا خود یہ شکلِ انتقام

علم کی ٹھوکر سے پامال ستم ہو جائے گی
اپنے شعلوں ہی میں یہ دنیا بھسم ہو جائے گی

میکش

باقی صفحہ (۴)

جب کمیونسٹ پارٹی پر سے قانونی پابندی اٹھ گئی اور ملک میں بڑا شدید قحط اور بحران پھیلا تو آندھرا کے کمیونسٹوں نے کسانوں کو لٹیرے خوروں اور ناجائز بیوپاریوں کے خلاف منظم کیا۔ اور کسانوں کی امداد کی تحریک چلائی۔ جس میں انہوں نے بیس ہزار ایکڑ بنجر زمین کو قابل کاشت بنا دیا اور پندرہ ہزار ایکڑ زمین کے لئے آب پاشی کا انتظام کر دیا۔ اس کی وجہ سے کسان سبھا کی قوت اور اقتدار میں بڑی ترقی ہوئی۔ چنانچہ جب مارچ ۱۹۴۳ء میں بھواڑہ میں آل انڈیا کسان سبھا کا اجلاس ہوا تو اس میں ایک لاکھ کسانوں نے شرکت کی۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں آندھرا کے متعدد ضلع بورڈوں اور کونسلوں میں دو لاکھ کسان شریک ہوئے۔ خود کشتنا ضلع میں جو کانگریس کا گڑھ ہے کمیونسٹ پارٹی بہت زیادہ مقبول ہو کر عوامی پارٹی بن گئی۔ غریب اور درمیانی درجے کے کسانوں میں اس کا اثر بہت بڑھ گیا۔ اس نے کسانوں کے جذبات کو بیدار کیا۔ اس سے ظالم زمیندار گھبرا گئے کسانوں کی بیداری میں انہیں اپنی موت نظر آنے لگی۔ چنانچہ سب سے پہلے کمیونسٹ پارٹی کے خلاف گندی افواہیں انہوں نے پھیلائیں انہوں نے ایسی تہذیب سے گری ہوئی باتیں کہیں جن سے ہر سنجیدہ آدمی کو شرم آنے لگی بعض نیشنلسٹ اخباروں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریسی لیڈروں کی رہائی سے بہت پہلے ہی آندھرا کی سیاست انتہائی گندی ہو گئی تھی۔ زمینداروں نے کمیونسٹ عورتوں کے خلاف افواہیں پھیلائیں۔ اور گنڈوں کے ذریعے کمیونسٹ کسانوں کو پٹوایا۔ اس طرح آندھرا میں آپس کی لڑائی ہوئی۔

آندھرا کمیونسٹ پارٹی کے سکریٹری راجیشور راؤ نے پٹیابھی کے بیان کے جواب میں یہ کہا ہے کہ کانگریسی لیڈروں نے جیل سے رہا ہونے کے بعد آندھرا کی گذشتہ غدری کو بند کرنے کے بجائے گنڈوں کو کمیونسٹوں کے خلاف اکسایا اور انہیں تشدد پر آمادہ کیا۔ یہ حرکتیں پٹیابھی کی رہائی سے پہلے ہی شروع ہو گئی تھیں۔ کمیونسٹوں پر حملہ کرنے والے بہت سے گنڈوں کو نئی کانگریس اسمبلیوں میں عہدے دے گئے جو بازار کے بیوپاریوں کو کمیونسٹوں کے دشمن کانگریسی لیڈروں کی حمایت حاصل ہو گئی۔ کانگریسی لیڈروں سے جب درخواست کی گئی کہ وہ ان بدمعاشیوں کو پکڑ رہیں۔ لیکن ان کے سوال پر جواب تک نہ دینگی۔ ڈاکٹر پٹیابھی نے آندھرا کمیونسٹ لیڈر اور ہماری ورکنگ کمیٹی کے ممبر کا مزید سلسلہ بات ان معاملات پر تبادلہ خیالات کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

پرانی کانگریس کو ڈاکٹر پٹیابھی اور دوسرے کمیونسٹ دشمن کانگریسی لیڈروں نے نئی کانگریس میں تبدیل کر دیا ہے۔ کمیونسٹوں کو اس میں سے نکال دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آندھرا کے منظم کسانوں کو جن کی انقلابی جدوجہد نے آندھرا کی آزادی کی تحریک کو بڑھایا ہے کانگریس سے نکال دیا گیا ہے۔

ان کسانوں کی جگہ راجہ اور زمیندار کانگریس میں شامل کئے گئے جو عوام کا خون چوستے رہتے ہیں۔ اور کسانوں پر ہر طرح کے ظلم توڑتے ہیں۔ اب آندھرا کانگریس عوام اور جنتا کی جماعت کے بجائے راجاؤں اور زمینداروں کی جماعت بن گئی ہے۔

چنانچہ گنتور ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے صدر مقامی کے راجہ صاحب بنائے گئے۔ انہوں نے پندرہ ہزار روپیہ چندے کا وعدہ کیا تھا لیکن جب ہزار روپیہ دیا کیوں کہ وہ بہر کیف لیڈروں نے پچیس ہزار روپیہ اور حاصل کر لیے

باقی بر صفحہ ۱۱

حکومت سرکار عالی کی تعمیری سرگرمیاں

نواب صدر اعظم بہادر کی تقریر

[illegible] معاشی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے نواب صدر اعظم بہادر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ۔

حضرت حکیم السیاست بندگان عالی متعالی کی رہنمائی میں اس وقت حکومت سرکار عالی کی پالیسی کلیتاً اس طرف متوجہ ہے کہ ملک میں تعمیری کام شروع کئے جائیں اور ہمہ جہتی ترقی کی بنیاد ڈالی جائے۔ مجھے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ تعمیری دستہ تعمیری پروگرام کے متعلق میں دفعہ ہوا ہے اور کافی وقت بھی لیتا ہے اس طرح تعمیری پروگرام میں ملک بہت آسانی ہوتی ہے۔

اب میں مختصراً اس پروگرام کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جو حکومت سرکار عالی کے سامنے ہے۔ صنعتی ترقی کے سلسلہ میں سب سے پہلی چیز حکومت سرکار عالی کے سامنے یہ تھی کہ اس زبردست پروگرام کو قابل عمل بنانے میں جو خطیر رقم ضروری ہے اس کا کیا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اس پر ایک کمیٹی کام کر رہی ہے جس کی رپورٹ کا انتظار ہے۔ مجھے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس ریاست کا بہ مدت کا سالانہ بجٹ خود شاہد ہے کہ بفضلہ اللہ حضرت سلطان العلوم بندگان عالی متعالی کی بیدار مغزانہ رہبری کی بدولت آپ کے مالیہ کی حالت کسی طرح کسی حکومت سے کمزور نہیں۔ بلکہ شاید یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ مالی اعتبار سے ہماری حالت اقطاع ہند کی دوسری حکومتوں سے بہتر ہے۔ میں ان کی تفصیلات آپ جاننا نہیں چاہتا جو سالانہ بجٹ کے سلسلہ میں آپ کے سامنے پیش ہو چکی ہیں۔ گو ہمارے پاس بڑے زر دو ہوں اور حکومت ہند کی تمسکات کی صورت میں کافی سرمایہ ہمارے ہاتھ میں موجود ہے۔ لیکن ایسے معاملہ میں مزید روپیہ کی ضرورت ہوگی اور اس لئے اگر اہل حیدرآباد اس کے متمنی ہیں کہ حیدرآباد کو ہمہ جہتی ترقی ہو، یہاں کے لوگوں کا معیار زندگی اونچا ہو، یہاں کے لوگوں کی مالی حالت ترقی کرے تو انکے لئے انہیں قربانیاں کرنی ہوں گی تاکہ یہ تمام چیزیں روبعمل آسکیں۔

سب سے پہلی چیز جو حکومت سرکار عالی کے سامنے تھی وہ یہ تھی کہ آئندہ اس صنعتی ترقی کے سلسلہ میں ملک کے نوجوانوں کو یورپ اور امریکہ بھیج کر صنعتی تربیت اور تعلیم دلائی جائے چنانچہ اس سال ایک سو دو اسکالرشپ اور پوسٹ گریجویٹ اس غرض کے لئے منظور کئے گئے جس کے مصارف کا اندازہ پچاس لاکھ روپیہ کیا گیا اور سوا اندوس حسب ضرورت رقم کی گنجائش فراہم کی گئی۔ اور وظیفہ یا پوسٹ گریجویشن پر بھیجنے کے لئے امیدوار اور عہدہ داران کا انتخاب کیا گیا جن میں سے بعض یعنی ان میں امیدوار و عہدہ دار تو انگلستان یا امریکہ جا بھی چکے اور بعض اس انتظار میں ہیں کہ جب انہیں جہاز میں جگہ مل جائے چلے جائیں۔ بعض کو غالباً سال آئندہ کی تعطیلات تک انتظار کرنا پڑے گا۔ صنعتی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے گلبرگہ اور نظام آباد میں اسکول کھولے جا چکے ہیں اور چھ لاکھ کی ابتدائی اور ایک لاکھ کی غیر متوالی رقم منظور کی جا چکی ہے تاکہ اورنگ آباد اور ورنگل میں بھی ایسے اسکول کھولے جائیں۔ لڑکیوں کے لئے صنعتی اسکول بلدہ میں کھولے گئے ہیں۔ محکمہ تعلیمات میں ایک نائب ناظم کی جگہ صنعتی مدارس کی تنظیم و نگرانی کی غرض سے مختص کی گئی ہے جس پر مسٹر پیسٹن کا تقرر کیا گیا ہے۔

نظام ساگر کے تحت برقابی طاقت پیدا کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ تاکہ نہ صرف بلدہ حیدرآباد کی روز افزوں ضروریات کے لئے مزید قوت فراہم کی جا سکے بلکہ جس سے نظام آباد اور بعض دیگر مقامات کی صنعتی ضروریات کے لئے بھی بجلی کی طاقت مہیا ہو۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے تنگبھدرا کی اسکیم بھی ہمارے سامنے ہے جو غالباً آٹھ برس میں تیار ہو سکے گی تخمیناً اس پر بارہ کروڑ روپیہ صرف ہوگا۔ سردست چالیس لاکھ روپیہ اس کے لئے منظور کئے جا چکے ہیں۔ گوداوری کی اسکیم بھی آپ کے پیش نظر ہے۔ اس میں چیف کنسٹرکٹنگ میکانیکل اور الکٹرک انجینئر مقرر کیا جا کر ایک تنظیم شروع کی گئی ہے۔ نظام ساگر کے برقابی اسکیم کے لئے اور گوداوری کے رقبہ میں ابتداءً کوئلہ سے بجلی قوت کے کارخانہ کے لئے ضروری آلات و مشنری فراہم کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ بہت سی مختلف چیزیں اس سلسلہ میں ہو رہی ہیں کہ جن کو ایک تقریر میں بیان کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ زراعتی کالج کے متعلق بھی سرانجام سے دوران میں بارہ لاکھ روپیہ کی رقم مہیا کی گئی ہے۔ جنگلات کے متعلق بھی بہت کام ہوا ہے۔

پانچ لاکھ روپیہ تنصیب درختاں کے سلسلہ میں مہیا کئے گئے ہیں اور محکمہ جنگلات کو منظور کرنے میں تقریباً پانچ لاکھ اور روپیہ ملا ہیں۔ جنگلات میں تین نئے ڈویژن قائم کئے گئے ہیں۔ اور ایک نئے فارسٹ سروس کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ کنزرویٹر صاحب جنگلات کی تنخواہوں کے اسکیل پر نظر ثانی کی گئی ہے اور قانون جنگلات کی اس طرح ترمیم و تدوین بغرض تحفظ عمل میں لائی گئی ہے جس سے موجودہ زمانے کی ضروریات تعلیمی میں مدد ملے اور اس قانون کو حضرت بندگان اقدس و اعلیٰ کی منظوری کا شرف بھی حاصل ہو چکا ہے۔ محکمہ جنگلات کی پالیسی کا لب لباب نہ صرف یہی ہے کہ موجودہ جنگلوں کی حفاظت کا بھی ہو اور ان سے زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کی جائے بلکہ اس کے ساتھ جنگلات کے رقبہ کو بڑھانا بھی اس پالیسی کا ایک اہم ترین جزو ہے۔ اس ریاست اید مدت میں جنگلات کا رقبہ گیارہ فی صد ہے حالانکہ دوسرے ترقی یافتہ ممالک اس کی کوشش میں ہیں کہ رقبہ کی تعداد کم از کم بیس فی صدی ہو۔ جنگلات کی کمی جیسا کہ آپ جانتے ہیں بارش کی کمی کا باعث ہو جاتی ہے اور اس لئے اورنگ آباد اور گلبرگہ ڈویژن میں تنصیب درختاں کا کام جاری ہے۔ نئے نئے رقبوں میں درخت لگائے جا رہے ہیں۔ خصوصاً نظام ساگر و ٹنڈی کنال کے گرد و پیش تنصیب درختاں کا کام سرگرمی کے ساتھ جاری ہے۔ اس دوران میں محکمہ جنگلات میں جہاں ایک طرف یہ کام ہو رہا ہے دوسری طرف پچھلے تین سال میں اس محکمہ کی آمدنی میں بھی کافی ترقی ہوئی۔

سنہ ۱۳۵۲ف میں آمدنی ۵۰ لاکھ بیاسی ہزار تھی برخلاف ۱۳۵۵ف میں ۹۶ لاکھ ۵۹ ہزار ہوئی اور اب تقریباً ایک کروڑ ہے۔ یہ ایک طرف تو ان اصلاحات کا نتیجہ ہے جو محکمہ جنگلات میں جاری کئے گئے ہیں اور دوسری طرف اور سب سے زیادہ ان اونچی قیمتوں کا جو دوران جنگ میں پائی گئیں۔

حکومت سرکار عالی نے گھریلو صنعتوں کی طرف بھی خاص طور پر توجہ کی ہے۔ اور محکمہ صنعت و حرفت ان کے تحفظ و ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ خاص طور پر دستی پارچہ بافی کے تحفظ و ترقی کا انتظام

...کیا جا رہا ہے۔ ریاست کی صنعت و حرفت کے
...پندرہ سالہ پروگرام بنایا ہے اور پہلے
...پانچ سال میں دو بارہ لاکھ روپیہ صرف
...کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک تجویز
...یہ بھی ہے کہ ایک کارخانہ صرف سوت کے
...تیار کرنے کا قائم کیا جائے کہ جو دستی پارچہ
...بافوں کو ارزاں ترین قیمت کے سوت فراہم
...کرے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ پرانے
...صنائع خصوصاً اورنگ آباد کا ہمرو، پیٹھنی کی
...ساڑیاں، ورنگل کے قالین کا کام کریم نگر کا
...چاندی کا اور بیدر کا بیدری کام کے
...متعلق خاص توجہ کی جا رہی ہے۔ آئی۔ سی
...سنعت کے فرمنٹ کے سامنے یہ اسکیمیں پیش ہیں
...اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے مال کی فروخت
...کے لئے بھی ایسی ڈپو قائم کرنے کا ارادہ ہے
...غالباً یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم نے ان
...آپ اپنی ریل اور روڈ ٹرانسپورٹ کو
...کامیابی سے چلا رہے تھے۔ حکومت نے یہ
...ارادہ کر لیا ہے کہ ہوائی جہاز نقل و حمل کو
...بھی منظور کیا جائے۔ چنانچہ اس کے لئے
...ایک کمپنی کو ٹاٹا اینڈ کو کی شرکت کے
...ساتھ رجسٹر کر لیا گیا ہے جس کا نام
...دکن ایرویز ہے۔ اس میں علاوہ گورنمنٹ
...سرکار عالی اور ٹاٹا کے پبلک کو بھی حصے
...لینے کا موقع دیا جائے گا اور مجھے یقین ہے
...کہ جس وقت راستے طے ہو گئے تو
...حیدرآباد کی یہ ہوائی سروس کامیابی
...کے ساتھ چلے گی۔ آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ
...حبشی میں جو سونے کی کان ہے اس کے
...متعلق جنگ سے پہلے کوشش کی جا رہی
...تھی کہ اسے پھر چلایا جائے۔ لیکن جنگ نے
...ایک آکر اس کام کو روک دیا۔ اب پھر
...سے شروع کیا جا رہا ہے اور اس کے
...مشینیں منگوانے کا انتظام و اہتمام ہو
...رہا ہے۔ امید ہے کہ اس اسکیم کو کامیابی
...کے ساتھ روبعمل لایا جائے گا۔ زرعی
...ترقی کے سلسلہ میں زراعتی نسل ہو رہی ہیں کیلئے

اور بہتر طریقہ بنانے کا اور بہتر زرعی آلات وغیرہ کے لئے مختلف اسکیمات تیار ہیں۔ ایسی بھی تجاویز زیر غور ہیں کہ جو کاشتکاروں کو قرضہ جات سے نجات دلا سکیں۔ ان کو بہترین کھاد فراہم کرنے کے لئے سرکار عالی نے حکومت ہند کے ایک کھاد بنانے کے کارخانہ میں ۱۲۵ لاکھ روپیہ کی شرکت کی ہے کہ جس میں امونیم سلفیٹ تیار کی جائے گی۔ خود ملک میں کوئلہ سے امونیم نائٹریٹ نکالنے کی تیاری بھی کی جا رہی ہے۔ صنعت روغنیات کا مسئلہ بھی پیش ہے۔ غذائی اہمیت کے مدنظر تجویز ہے کہ ایک ۳۰ ہزار ٹن نباتی گھی کا کارخانہ زیر نگرانی سرکار قائم کیا جائے لیکن بالفعل ۵ ہزار ٹن کا کارخانہ کے قیام کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ طبی امداد کے سلسلہ میں جو پندرہ سالہ تجویز ہے اس میں یہ خیال کیا گیا ہے کہ دیہاتی رقبہ جات میں ایسا انتظام کیا جائے کہ ہر دس گاؤں میں ایک دواخانہ مہیا کیا جا سکے مختلف شعبہ جات تعلیم کو وسعت دینے سے متعلق جو اسکیم تیار کی گئی اس کے مصارف کا اندازہ (۲۵) کروڑ چھیاسی لاکھ ہے۔ اس اسکیم میں تحتانی و ثانوی اور جامعاتی تعلیم کے علاوہ فنی تعلیم، تعلیم بالغان اور تعلیم المعلمین کی توسیع کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ یہ مختصر آ ایک خاکہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا اور حکومت سرکار عالی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے کہ اس خاکہ کو عملی جامہ پہنا سکے جیسا کہ میں اس سے قبل کہہ چکا ہوں یہ مکمل خاکہ نہیں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جو آپ کے خود علم میں ہوں گی مثلاً ٹائلنگ۔ چینی کے برتن بنانے کا کام چمڑے کی دباغت وغیرہ کا کام کہ جس کے متعلق حکومت سرکار عالی توجہ کر رہی ہے۔ ہمارے ارادے میں یہ سکیمیں ہیں اور ان کی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، باری تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

(دکن بھی میری دلی تمنا ہے [illegible])

میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ ملک کی ترقی کے لئے ایک لازمی چیز ہے کہ بغیر اس کے کوئی ترقی خواہ وہ صنعتی ہو یا تجارتی یا تعلیمی ہو بار آور یا پوری نہیں ہو سکتی۔ اور وہ شرط ملک میں امن و امان کا قائم رہنا۔ راعی و رعایا کے بہترین تعلقات ہیں اور دونوں کے درمیان کامل اتحاد عمل ہوتا ہے۔

یہ صورت اور حالات اس وقت تک نصیب ہو سکتے ہیں جب تک کہ مختلف طبقات اور فرقہ جات میں دوستانہ تعلقات نہ ہوں۔ لہذا آپ کی ہر ترقی کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ رعایائے سرکار عالی میں آپس میں بہترین تعلقات ہوں اور حکومت کو رعایا کا تعاون اور رعایا کو حکومت کا اتحاد عمل حاصل ہو۔ ہندگان عالی

شعار کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ حیدرآباد پر امن طریقہ سے ترقی کرے کہ جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ دوش بدوش ترقی کرتے رہیں اور حکومت سرکار عالی ان احکام شرعی کی اتباع میں کوشاں ہے کہ ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر ملک کی خدمت کرے۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات کا تعاون عمل ہمارے ساتھ ہوگا۔

میں آخر میں اس دعا پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں کہ خدائے برتر ہمارے آقائے ولی نعمت کو ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ ہمارے قلوب میں ان کے اسلاف کی وفاداری پیدا کرے اور تو ان کو ہر بلا اور مصیبت سے محفوظ و مامون رکھئے۔ آمین ثم آمین

ہندوستان ایشیا کی قیادت کرے گا

لندن ۱۰ نومبر۔ آج میں محسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان کو ایشیا کی قیادت [illegible] اگر [illegible] تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ دنیا کی قیادت کرے گا۔ یہ خیال ایک تجربہ کار امریکی لیڈر ڈاکٹر ولیم ڈو بولس نے نمائندہ یونائیٹڈ پریس آف انڈیا سے ایک خصوصی ملاقات میں ظاہر کیا۔ ڈاکٹر بولس جو سان فرانسسکو کانفرنس میں نو آبادیاتی مسائل کے متعلق امریکی وفد کے مشیر تھے یہاں نو گیمن کانفرنس کی صدارت کے لئے انگلستان آئے ہوئے ہیں [illegible] تھی۔

یہاں ایشیا کے فیڈریشن (کل ایشیائی وفاق) کے متعلق پنڈت جواہر لال نہرو کی تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا یہ ایک عظیم الشان اور اعلیٰ تصور ہے جو افریقی نسل کے لوگ بھی اپنا لیں گے۔ افریقی وفاق کے [illegible] اسی طرح کا تصور قائم کر رہے ہیں۔ ان دونوں وفاقوں میں دنیا کی آدھی سے زیادہ آبادی سما جائے گی۔ اور چونکہ یہ دونوں وفاق امن پسند اور سامراجی نظریات پر مبنی ہوں گے۔ اس لئے دونوں میں سیاسی، ثقافتی اور سماجی بنیاد پر ترتیب دینے اشتراک عمل قائم کرنا دشوار نہ ہوگا۔ درحقیقت اقوام کی بہبودی کی بنیادیں انہی وفاقوں کا نقطہ آغاز بن سکتی ہیں۔

ایشیائی اور افریقی اقوام میں اشتراک عمل بڑھانے کی شکل تجویز کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا میرے خیال میں جنوبی جاپان اور امریکہ کے حبشی جماعتوں کے درمیان اور پنجرروں کے تبادلے سے اشتراک عمل کی ابتدا کی جاسکتی ہے۔ ان جماعتوں میں ہندوستانی اور افریقی تعلیم کے لئے شعبوں کا قیام بھی اس سلسلہ میں ممد ثابت ہو سکتا ہے جب میں امریکہ واپس ہوں گا تو اس مسئلہ کو اٹھاؤں گا اور میں اس ضمن میں پنڈت نہرو اور شانتی نکیتن کے ارباب اقتدار سے مراسلت کر رہا ہوں۔ افریقی اور ہندوستانی تحریکات آزادی میں قریبی سیاسی روابط قائم [illegible] کے متعلق ڈاکٹر بولس نے کہا میں برطانیہ میں کل افریقی انجمن اور ہندوستانی انجمنوں کے وفاق کو متحدہ اقوام کی کانفرنس میں جو جون میں یہاں منعقد ہوگی ایک پلاٹ فارم پر لانے کی کوشش کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ ہماری مختلف تحریکات کے مابین زیادہ سے زیادہ افریقی اشتراک عمل اور تبادلہ معلومات ہونا چاہئے مجھے امید ہے کہ متحدہ اقوام کی کانفرنس اس غرض کے لئے ایک مستقل ادارہ بن جائے گی۔

آخر میں انہوں نے شری مسز وجے لکشمی پنڈت کے کام کو وہ جو امریکہ میں کر چکی ہیں خراج تحسین ادا کیا اور کہا ان کی خدمات کی بدولت آج امریکہ تمام سیاسی شعور رکھنے والے باشندے ہندوستان کے مطالبہ آزادی کے جواز کو عملی طور پر تسلیم کرنے لگے ہیں۔

ڈاکٹر بولس کو جو آئندہ ہفتہ برطانیہ امریکہ واپس ہو رہے ہیں متحدہ اقوام کی کانفرنس کی جانب سے جمعرات کی شام میں ایک رخصتی پارٹی دی جارہی ہے۔ (یو۔ پی)

بقیہ صفحہ اوّل

اور مجلس دستور ساز دو مختلف چیزیں ہیں مجلس مقننہ کو چند بنیادی اصولوں کے تحت ہی کہ مجلس دستور ساز مدون کرتا ہے قانون سازی کا اختیار حاصل ہے مجلس دستور ساز کا انعقاد ایک جدید حکومت کے بنیادی قوانین مدون کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ان دو چیزوں میں خلط مبحث کیا جا رہا ہے۔ دستور سازی کا طریقہ طے کرنے سے پہلے ان معاملات کی وضاحت ضروری ہے۔

ہندوستان سے متعلق حکومت برطانیہ اس وقت یا تجاویز کرلیں میں جو طریقہ [illegible] ہے ہندوستان کو چاہئے کہ وہ اس طریقہ کو مسترد کر دے کاش کہ آئندہ دستور سے متعلق مختلف سیاسی جماعتوں اور ان کے لیڈروں میں تصفیہ کرانے اور ان میں سمجھوتہ کرانے کی بار بار کوشش کی گئی۔ وائسرائے نے اس وقت جس پالیسی کا اعلان کیا ہے اس کے مطابق بھی پہلے لیڈروں میں اتحاد کی کوشش کی جانی چاہئے۔ مختلف جماعتوں کے نمائندے پھر ایک بار مجتمع کئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ آئندہ دستور سے متعلق وہ آپس میں کوئی سمجھوتہ کرلیں۔ سب سے پہلے دستور سازی کے طریقہ پر گفتگو ہوگی نہ کہ آئندہ دستور کے مندرجات پر۔ دستور سازی کے طریقہ پر سمجھوتہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے جب کہ دستور کے مندرجات سے لاعلم ہوں اس کے علاوہ مختلف سیاسی جماعتوں کی کوشش سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کوئی سمجھوتہ ہو سکے گا میں صرف واقعات کا اظہار کر رہا ہوں ان جماعتوں کے نصب العین میں اس قدر اختلاف ہے کہ سمجھوتہ ممکن نہیں۔ ہم سمجھوتہ کی ایک بار پھر کوشش کریں گے تو ناکامی یقینی ہے۔

جب لیڈروں کی کانفرنس منعقد کرکے سمجھوتے کی کوشش کی جاتی ہے تو سمجھوتہ ہوتا نہیں اور تعطل برقرار رہتا ہے کیا اس کا کوئی حل نہیں؟ کیا ایک بار پھر تعطل دوچار ہوں گے۔ قدیم جماعتوں کے نمائندے مجالس مقننہ میں منتخب ہوکر آئیں گے ایک جماعت پاکستان کی حمایت کرے گی اور دوسری جماعت اس کی مخالفت کرے گی کوئی سمجھوتہ نہ ہوگا اور پھر تعطل پیدا ہو جائے گا کہا جاتا ہے کہ مجلس دستور ساز دستور مرتب کرے گی۔ مگر یہ خوش خیالی ہے۔ صوبہ واری مجالس مقننہ ان ہی جماعتوں کے نمائندے ہوں گے جو اب تک کسی سمجھوتہ پر نہ پہنچ سکے۔ یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ نمائندے مجلس دستور ساز میں آکر سمجھوتہ کرلیں گے۔ یہ مطالبہ کہ حکومت برطانیہ کسی جماعت کے اعتراضات کو مسترد کرکے دوسری جماعت کے لیڈروں کو جو اکثریت کے مدعی ہیں اپنے خیال کے مطابق مسائل طے کرنے کا موقع دے اور ایسی جماعت کے ہاتھ میں جو سب سے زیادہ مضبوط سمجھی جاتی ہے اقتدار منتقل کر دے۔ گویا اس امر کا مطالبہ کرنا ہے کہ حکومت برطانیہ اپنا ایک دستور ہندوستان کے سر تھوپ دے۔ یہ بات ہندوستانیوں کی خودداری کے خلاف ہے۔ یہ سمجھا یہ خیال کرنا کہ مجلس دستور ساز کے وجود میں آتے ہی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے۔

انڈونیشیا میں ولندیزیوں کے وحشیانہ مظالم

بٹاویہ، ۲۵ نومبر۔ چند روز کے نامہ نگار خصوصی نے لکھا ہے کہ جاوا اور مدورا اور بالی کا زرخیز علاقہ انڈونیشیا کی جمہوری حکومت کے اقتدار میں ہے۔ ان علاقوں میں عملاً یہی حکومت ہے لیکن برطانیہ اور ہالینڈ اسے تسلیم نہیں کرتے۔ امریکہ بھی برطانیہ و ہالینڈ کی تقلید میں دیگر ممالک بھی انڈونیشیا کی صورت حال سے جان بوجھ کر اندھے بنے ہوئے ہیں اس لئے جمہوری حکومت یہ کوشش کر رہی ہے کہ وہ اپنی جدوجہد آزادی کو بین الاقوامی حیثیت دے تاکہ اپنے حق خود ارادیت کے لئے تمام اقوام کی اخلاقی تائید حاصل کر سکے۔

عملی طور پر انڈونیشیا کی جمہوری حکومت اپنے نظم و نسق کے ہر پرزے کو ٹھیک کرنے میں مصروف ہے اور جدوجہد آزادی میں ساری قوم کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

یہ کام بہت مشکل ثابت ہو رہا ہے کیونکہ انتظامی نظم و نسق جس کا تعلق ملت اندرونی اور خارجہ اور ولندیزیوں کی مرضی کے قیام سے ہے روزانہ انڈونیشیا کی جمہوری حکومت کی قوت کو توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس وجہ سے ملک میں امن و امان اور معتدل نظم و نسق کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

گزشتہ چند روز سے بٹاویہ کی صورت حال عجیب ہو گئی ہے۔ ہر شخص کی جان خطرے میں ہے۔ ولندیزی سپاہیوں سے بھری ہوئی لاریاں ٹاؤن بٹاویہ کی سڑکوں پر گشت لگاتی رہتی ہیں۔

یہ سپاہی انتظامی نظم و ضبط کی پابندی سے آزاد ہیں۔ اگر یہ انتظامی نظم و ضبط کا خیال رکھتے تو یہ لوگ اس طرح بیگناہ لوگوں کو سرراہ بیٹھے ہوئے پر قتل عام روا نہ رکھتے۔ یہ بات بھی قابل افسوس ہے کہ انتظامیہ کے افسران نے بھی ولندیزیوں اور انڈونیشیائیوں کی ان بے باکانہ کارروائیوں، افراد قتل اور لوٹ مار کی روک تھام کے لئے کل تک بھی کوئی موثر اور نمایاں اقدام نہیں کیا۔ ایک انڈونیشیائی نے جس کے چہرے سے شرافت ظاہر ہوتی تھی کل اپنی بندوق کو میرے مقابل تان کر یہ دریافت کیا کہ میں انگریزی بول سکتا ہوں وہ اس کا یقین نہیں کر سکتا تھا کہ میں انڈونیشیائی نہیں ہوں۔ [illegible] درجنوں انڈونیشیائیوں کے علاوہ جو مارے گئے ہندوؤں کو اس لڑائی میں کئی برطانوی اور ہندوستانی عہدہ دار بھی بری طرح مجروح ہوئے ہیں۔

انڈونیشیا اور خود ہالینڈ میں بھی ولندیزی آج کل ایک احساس کمتری میں مبتلا ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ سفید فام لوگ بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود ملایا، ہند چینی اور ہانگ کانگ میں اپنے سے تعداد اور طاقت میں کم جاپانیوں سے شکست کھا گئے پھر اس کے بعد جب ان ممالک کو آزاد کر لیا گیا تو اس میں بھی قبضہ گیر جاپانی سپاہیوں کو لڑائی میں شکست نہیں دی گئی جس سے سفید فام لوگوں کی عزت و طاقت کا سکہ دوبارہ بیٹھ جاتا۔

ان ممالک میں سفید فام قوموں کے وقار کو زبردست دھکا پہنچ گیا ہے اور ولندیزی باغیوں کو منتشر کرنے کے لئے ہندوستانی فوج کے استعمال سے بھی ان کا کھویا ہوا

وقار واپس نہ ہو سکا۔ چونکہ ولندیزی ابھی تک کوئی کارروائی نہایت سرعت سے نافذ کرنا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے شہری آبادی میں دہشت انگیزی شروع کر دی ہے۔

مزدوروں کے مسائل

ڈاکٹر امبیڈکر کی تقریر

نئی دہلی، ۲۰ نومبر۔ کل ساتویں مزدور کانفرنس کے افتتاح کے دوران میں مسٹر ملک ڈاکٹر امبیڈکر نے [illegible] کا ذکر کیا جو کہ مزدوروں کی طرف سے [illegible] انڈین لیبر کنونشن کی صنعتوں کی منظوری اور [illegible] متعدد شاہی کمیشن کی سفارشات کی تکمیل کے اقدامات کا جائزہ لینے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے [illegible] سفارشات ابھی تک نہیں [illegible] منظور نہیں کی گئی [illegible] ہیں سے ۱۹۱۹ء کنونشن کی توثیق کرنی چاہیے عمل کا یہ صرف حکومت کی ناکامی نہیں بلکہ وہ قانون ہے جو یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ان کنونشنوں کو بغیر کسی تاخیر کے منظور کر لیا جائے جس طرح جنگی مصارف نے ایسی صورت پیدا کی ہیں کہ حکومت کو کوئی فنڈ نہیں جو اسی طرح مزدوروں کے معیار زندگی کو بہتر کرنے کی خاطر چندہ جمع کرنے کی حد تک بھی کوئی اعتراض ہونا چاہیے کانفرنس کے ایجنڈے پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اس ملک کی عبوری مدت میں صورت حال کو بہتر بنانے کی خاطر اوقات کار میں تخفیف اقل ترین اجرت سے متعلق قانون سازی اور ٹریڈ یونینوں کے تسلیم کئے جانے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے انتہائی تیزی کی مخالفت کی لیکن وہ اس محکمہ کی بہت سرگرمیوں کو جاری نہ رکھنے کا عزم کر چکے تھے۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے ان تمام دلائل کا حوالہ دیا جن سے قانونی مسائل کی نقل کرنی چاہیئے والی

حالت میں جبکہ ہندی صنعتیں ابتدائی منازل سے گزر رہی ہیں۔ ان پر مزدوروں کے مطالبے کی قانون سازی کیسے عائد ہو [illegible] کو انہوں نے اس کا یقین ہے کہ مزدور ان کو حیثیت پر ان کا تصور کریں گے۔

ڈاکٹر [illegible] نے ایک سو سال کے عرصہ میں مزدوروں کے قوانین کی مناسب تدوین کو مکمل کیا ایسی بات کی دلیل نہیں کہ ہمارے ہاں مزدوروں کے قوانین کو مکمل کرنے میں اتنی ہی مدت درکار ہوگی ڈاکٹر امبیڈکر نے مزدوروں سے یہ پوچھا کہ انہوں نے کتنے بے کار اشخاص کے لئے اچھے مکانوں کا انتظام کیا ہے۔

انہوں نے جنگ کو جاری رکھنے [illegible] عائد کرنے کی ہونا چاہی [illegible] کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس رقم کو عوام کی فلاح پر صرف ہونگی مقدار میں پوچھا جا سکتا ہے کہ کتنے بے روزگار لوگوں کے لئے مناسب رہائش مہیا کیا گیا [illegible] [illegible] ہے اور کتنے بیماروں کو تندرست کیا جا سکتا ہے۔

بقیہ صفحہ (۷)

سے ولندیزیوں کا تعلق ہے [illegible] [illegible] عوام اپنی پسند کر سکیں [illegible] [illegible] صاحب [illegible] زمیندار [illegible]

معیار کا نوٹ [illegible] پیدا بھی [illegible] نے اراکین کو [illegible] صاحب [illegible] جب [illegible] تھی تو [illegible] نے فرمایا۔ [illegible] پہنچ [illegible] اپنے مخالفوں [illegible] عوام کی بھلائی کو کبھی نہیں [illegible] اپنی [illegible] اپنے [illegible]

محمد شفیع نے پریس چار مینار میں طبع کر کے دفتر مملکت سے شائع ہوا۔